برداشت، ہم آہنگی، میانہ روی اور معاشرتی تعلقات میں مسجد کا کردار

The Role of Mosque in Promotion of Tolerance, Moderation and Social Cohesion

پروفیسر ڈاکٹر قبلہ ایاز[i]

Abstract

Mosque carries and important position in theMuslim society and plays an important role in the daily life of every Muslim. The Muslim community has a spiritual, social as well as political attachment to it. Mosque has remained a place of worship as well as a center of social activities.

The importance of mosque is evident . The history of Muslims bears witness that mosque has played a central role in the cultural and social life of the Muslims. On one side it has remained a place of worship while on the other it has played role of an educational institution, judicial court and a center of political activities.

In the contemporary era, mosque can play an important role in molding Muslim society towards betterment . The present article is an endeavor to highlight its role in promoting a tolerant and harmonious society .In this regard the role of Imam and his followers is of immense importance as they regularly meet five time a day. It is the responsibility of Imam to guide his followers in all walks of life and particularly teach them the importance of a tolerant, socially coherent and amicable society .

i سابق ڈین فیکلٹی آف اسلامک اینڈ اورینٹل سٹڈیز، یونیورسٹی آف پشاور

تمام معاشروں میں عبادت کے مقامات کو خاص اہمیت حاصل ہوتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہر معاشرے میں ان مقامات کو تقدس کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔اور اس کے ساتھ ساتھ ان سے معاشرے کی اصلاح کا کام بھی لیا جاتا ہے۔تاہم اسلامی معاشرہ میں مسجد اس وجہ سے خاص اہمیت کی حامل ہے کہ اسلام کی ابتدا ہی سے اسے ہر لحاظ سے مرکزیت حاصل رہی۔اور یہ سلسلہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے شروع ہوا اور آج تک جاری ہے۔اسلام کی پوری تاریخ پر اگر نظر ڈالی جائی تو اس سے واضح ہوتا ہے کہ مسجد نے مسلمان معاشرے میں معاشرتی، معاشی اور سیاسی سرگرمیوں میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔تاہم عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق آج ہمیں مسجد کا وہ کردار نظر نہیں آتا جو ہونا چاہیئے۔خاص کر آج کے معاشرے سے برداشت اور ہم آہنگی اور میانہ روی جیسی صفات ناپید ہوتی جارہے ہیں۔اس حوالے سے مسجد کے مثبت کردار کا اجاگر کرنا وقت کی ضرورت ہے۔اس مقالہ میں کوشش کی جائیگی کہ مسجد کے اس پہلو کو نمایاں کیا جاسکے۔

مسلمانوں کے نزدیک تین متبرک مقامات مساجد ہیں:

1. بیت اللہ
2. مسجد نبوی
3. بیت المقدس

ان میں سے ہر ایک تاریخی حیثیت کی مسجد ہے اور آج بھی یہ مسلمانوں کے اتحاد اور یگانگت کا مظہر ہیں۔قرآن پاک میں ہے:

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ - فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ -قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ شَهِيدٌ عَلَى مَا تَعْمَلُونَ[1]

"یقیناً وہ گھر جو سب سے پہلے لوگوں کے واسطے مقرر کیا گیا جو مکہ میں ہے جس کی حالت یہ ہے کہ وہ برکت والا ہے اور تمام جہان والوں کے لیے مرکز ہدایت بنایا گیا ہے۔"

ان تینوں مساجد کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِي هَذَا، وَمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى [2]

"ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا۔ تم کجاؤوں کو نہ باندھو یعنی ہر گز سفر نہ کرو مگر تین مسجدوں کی طرف ایک مسجد حرام کی جانب دوسرے مسجد اقصی اور تیسرے اس [مسجد نبوی] کی طرف۔"

تاریخ سے ثابت ہے کہ رسول ﷺ نے مسجد کو تمام سرگرمیوں کا محور بنایا۔ البتہ اس بات کا خیال رکھتے کہ مسجد کے احترام میں کمی نہ آنے پائے۔

اسلامی تعلیمات میں آداب المسجد کے عنوان سے متعدد احکام موجود ہیں مثلا یہ کہ مسجد میں گندگی اور بدبودار اشیاء لے جانا ممنوع ہے۔ تاکہ دوسرے عبادت گذاروں کو تکلیف نہ ہو۔ ایک حدیث میں ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الْبَقْلَةِ، الثُّومِ – وقَالَ مَرَّةً: مَنْ أَكَلَ الْبَصَلَ وَالثُّومَ وَالْكُرَّاثَ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَأَذَّى مِمَّا يَتَأَذَّى مِنْهُ بَنُو آدَمَ [3]"

"حضرت جابرؓ رسول ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا جس شخص نے لہسن استعمال کیا اور ایک مرتبہ فرمایا جسنے پیاز اور لہسن کھایا وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے کیونکہ فرشتے اس چیز سے اذیت محسوس کرتے ہیں جس سے انسان اذیت محسوس کرتے ہیں۔"

اسی طرح مسجد کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ داخل ہوتے وقت دعا مانگی جائے۔ ایک حدیث میں ہے:

عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ سُوَيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حُمَيْدٍ، أَوْ أَبَا أُسَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيُسَلِّمْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ لِيَقُلْ: اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ، فَإِذَا خَرَجَ فَلْيَقُلْ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ [4]"

"ابوسیدؓ کہتے ہیں رسول ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اس کو یہ دعا کرنی چاہیے اے االلہ اپنی رحمت کے دروازے میرے لیے کھول اور جب مسجد سے باہر نکلے تو یہ کہے اے اللہ میں تجھ سے تیرا فضل چاہتا ہوں۔"

مسلمانوں کے ہاں مسجد بطور عبادت گاہ اور بطور تعلیمی مرکز رہا ہے۔ مسجد نبوی وہ پہلی مسجد ہے جہاں صحابہ کرامؓ روز و شب عبادت بھی کرتے تھے اور علم بھی حاصل کرتے تھے اور اس مقصد کے لیے مسجد نبوی میں صفہ کے نام سے ایک جگہ بھی مختص کی گئی۔

1. مسجد بحیثیت مرکز عبادت و تعلیم

مسجد دراصل اللہ تعالی کی عبادت کے لئے ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ [5]

"اور تم لوگ نماز ادا کرو اور زکواۃ دو اور جو لوگ میرے آگے جھک رہے ہیں انکے ساتھ تم بھی جھک جاؤ۔"

اور یہ بھی ارشاد باری تعالی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ - فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ [6]

" اے ایمان والو! جب جمعہ کے روز نماز کے لئے اذان دی جائے تو تم خدا کی یاد کے لئے بلا تاخیر چل کھڑے ہوا کرو اور خرید و فروخت چھوڑ دیا کرو یہ بات تمہارے لئے ہے بشرطیکہ تم کو کچھ سمجھ ہو۔ پھر جب نماز پوری ہو چکے تو اختیار ہے کہ تم زمین میں چلو پھرو اور اللہ تعالی کا فضل یعنی اس کی روزی تلاش کرو اور اللہ تعالی کو بکثرت یاد کیا کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔"

ایک حدیث میں مسجد کو جانے والوں کے لئے بشارت دی گئی ہے:

عَنْ بُرَيْدَةَ الأَسْلَمِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «بَشِّرِ المَشَّائِينَ فِي الظُّلَمِ إِلَى المَسَاجِدِ بِالنُّورِ التَّامِّ يَوْمَ القِيَامَةِ[7]»

"حضرت بریدہؓ کہتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا ان لوگوں کو خوشخبری پہنچادو جو اندھیرے میں مسجدوں کی طرف جاتے ہیں کہ قیامت کے دن اس کے سبب ان کو کامل روشنی نصیب ہو گی۔"

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ مُتَطَهِّرًا إِلَى صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ فَأَجْرُهُ كَأَجْرِ الْحَاجِّ الْمُحْرِمِ، وَمَنْ خَرَجَ إِلَى تَسْبِيحِ

الضُّحَى لَا يَنْصِبُهُ إِلَّا إِيَّاهُ فَأَجْرُهُ كَأَجْرِ الْمُعْتَمِرِ، وَصَلَاةٌ عَلَى أَثَرِ صَلَاةٍ لَا لَغْوَ بَيْنَهُمَا كِتَابٌ فِي عِلِّيِّينَ[8] »

"ابوامامہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص وضو کر کے اپنے گھر سے نکلے اور فرض ادا کرنے کے لئے مسجد کی طرف جائے اس کو اتنا ثواب ملے گا جتنا کے احرام باندھنے والے کو ملتا ہے اور جو شخص کہ چاشت نماز کے لیے گھر سے نکلا اور خالص نماز چاشت کی نیت سے مسجد میں گیا اس کا ثواب عمرہ کرنے والے کے برابر ہے اور نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کر کے نماز پڑھنا اور اس درمیانی وقت میں بے ہودہ کلام نہ کرے ایسا عمل ہے جو علیین میں لکھا جاتا ہے۔"

ان آیات واحادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسجد مرکز عبادت ہے اور مرکز عبادت ہونے کی حیثیت سے اسے مندرجہ ذیل امور حاصل ہوتے ہیں:

اً. روزانہ پانچ مرتبہ نماز کے لیے اور ہفتہ میں ایک دفعہ جمعہ کیلئے مسلمانوں کے اجتماع سے ان میں تنظیم، مساوات ہمدردی وشناسائی پیدا ہوتی ہے اور پیش آمدہ جزوی مسائل باہم مل جل کر حل کر سکتے ہیں۔

ب. اس سے انسان اپنے آپ کو روحانی طور پر پرسکون محسوس کرتا ہے۔

ت. یہاں مسلمان ایک دوسرے سے متعارف ہوتے ہیں اور پھر ایک دوسرے کے غموں اور خوشیوں میں شریک ہوتے اور ایک دوسرے کی مشکلات کا ازالہ کرتے ہیں۔

ث. مجلس وعظ ہے، قرآن پاک کی حفاظت کی جگہ ہے کہ رمضان المبارک میں یہاں پورا قرآن پاک سنایا جاتا ہے۔

ابتداء ہی سے مسلمانوں نے مساجد سے عبادت اور تعلیم کا کام لیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ایک طرف لوگ نماز پنجگانہ اور جمعہ وعیدین کے لیے آتے ہیں اور دوسری طرف انہی مساجد اور متعلقہ مدارس میں روز وشب قال اللہ و قال الرسول ﷺ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ تو اس تسلسل میں اگر مساجد و مدارس میں لوگوں کو معاشرے میں موجود عدم برداشت اور بدامنی کے حوالے سے بتایا جائے کہ دراصل اس حوالے سے اسلام کی بنیادی تعلیمات کیا ہیں؟ اور کس طرح اسلام برداشت اور

معاشرے میں دوسرے مذاہب والوں کو قبول کرنے کا حکم دیتا ہے تو یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ معاشرے میں بہت جلد ایک مثبت تبدیلی دیکھنے کو ملے گی۔

2. سیاسی مرکز

سیاسی انتظام چونکہ دین کا لازمی جزء تھا اس لیے نبی کریم ﷺ اپنی زندگی میں سیاسی گفتگو اور معاہدے یہیں کرتے۔ نیز کسی اہم سیاسی امر کی طرف توجہ دلانا ہوتی تو بھی مسجد میں خطبہ ارشاد فرماتے۔ آپ ﷺ کی اسی سنت کے اتباع میں صدر اول کے مسلمانوں میں نماز کی اقامت اور منبر پر بیٹھنا زمام اقتدار سنبھالنے کے مترادف تھا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بیعت کے بعد پہلا خطبہ مسجد نبوی ﷺ میں دیا[9] اس کے بعد یہ طریقہ کار عام ہوا کہ بر سر اقتدار آنے والا پہلے مسجد میں خطبہ دیتا پھر اس کے بعد انتظامی امور کی طرف توجہ دیتا بلکہ یہ خطبہ اس کے سیاسی طرز عمل کا آئینہ دار ہوتا۔

روز اول ہی سے مسجد نبوی نہ صرف عبادت کے مقاصد کے لیے استعمال ہوتی رہی بلکہ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ رسول ﷺ نے جتنے معاہدے کیے وہ مسجد نبوی میں انجام پائے حتی کہ نجران کا وفد جو مسیحی تھا اسکو مسجد نبوی میں ٹھہرایا اس سے ہمیں بہت بڑا سبق ملتا ہے کہ کس طرح رسول ﷺ نے غیر مسلموں کے ساتھ سلوک فرمایا[10]۔

مسجد و مدارس سے عام لوگوں کے درمیان حقوق اللہ اور حقوق العباد کے تصور کو اجاگر کیا جا سکتا ہے کہ ایک طرف اگر حقوق اللہ کی اہمیت ہے تو دوسری طرف حقوق العباد بھی بہت اہم ہیں۔ اچھے اخلاق معاشرے میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے انتہائی ضروری ہے اور مسلمان کو زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی بھی حال میں نازیبا اور ناشائستہ الفاظ یا ناشائستہ رویہ اختیار کریں۔ ایک حدیث میں ہے:

> عَن أَبِي هُرَيرة، عَن النَّبِيّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيه وَسَلَّم قال: إنما بعثت لأتمم مكارم الأخلاق[11]
>
> "ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسو اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں حسن اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔"

رسول ﷺ نماز میں جو دعا مانگتے تھے۔ ان میں سے یہ بھی ہے:

> اللهُمَّ اهْدِنِي لِأَحْسَنِ الْأَخْلاقِلَا يَهْدِي لِأَحْسَنِهَا إِلا أَنْتَ، اصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ عَنِّي سَيِّئَهَا إِلا أَنْتَ[12]

"اے میرے اللہ تو بہتر سے بہتر اخلاق کی طرف راہنمائی فرما تیرے سوا ہے کوئی بہتر سے بہتر اخلاق کی راہ دکھا سکتا اور برے اخلاق کو مجھ دور رکھے۔"

گردش زمانہ سے مسلمانوں کی حالت بدلتی رہی اور اس کی وجہ سے نظام مساجد میں اہم تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ مسجد کی سیاسی، انتظامی اور عدالتی حیثیت کم ہوتی چلی گئی لیکن مسجد کی جس حقیقت پر کوئی فرق نہیں پڑا وہ اس کی مذہبی اور تعلیمی مرکزیت ہے۔ زوال پذیر دور میں بھی لوگ نماز پنجگانہ، نماز جمعہ اور عیدین کیلئے یہاں جمع ہوتے رہے اسی طرح تعلیمی سلسلے کا آغاز بھی مسجد ہی سے ہوتا رہا۔ نبی کریم ﷺ کے عہد میں مسجد کی تعلیمی حیثیت بالکل واضح تھی اور وہی طرز عمل مسلمانوں کیلئے مشعل راہ بنا، مثلاً عہد نبوی ﷺ میں مسجد نبوی کے اندر قرآن پاک کی تعلیم دی جاتی تھی، قرآنی آیات والفاظ کے معانی و مفہوم بیان کئے جاتے، حدیث کی تفصیل کے لیے لوگ دور دراز سے حاضر ہوتے۔ ابن ماجہ کی کتاب العلم کی ایک حدیث میں ہے کہ مسجد نبوی ﷺ میں دو حلقے قائم تھے ایک حلقہ عابدوں زاہدوں کا تھا اور دوسرا علم حاصل کرنے والوں کا تھا۔ آنجناب ﷺ کا گزر ہو تو آپ زاہدوں کے حلقے کو چھوڑ کر متعلمین میں جا بیٹھے اور فرمایا:

وَإِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا[13]

تعلیم کتاب و حکمت آپ کو فرائض منصبی میں ملی تھی۔ لوگ عقائد، عبادات اور دوسرے معاملات کے بارے میں آپ ﷺ سے علم حاصل کرتے۔ تمام خلفائے راشدین اور خصوصا حضرت عمر رضی اللہ عنہ رعایا کی تعلیم و تربیت اور رہنمائی کیا کرتے تھے۔ آپ کے دور میں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، کوفی، بصری، دمشق علم کے مراکز بن گئے[14]۔

مسجد کی اہمیت کے پیش نظر اس کے ساتھ ملحقہ کمرے بنائے گئے جنہیں مکتب کا نام دیا گیا۔ جہاں لوگ نہ صرف عبادت کی غرض سے آتے تھے بلکہ یہاں آکر علمی حلقوں میں بیٹھ کر اپنی علمی پیاس بجھا دیتے تھے۔ معاشرے میں عدم برداشت کا ایک بڑا سبب برائی کے مقابلے برائی اختیار کرنے کا رویہ ہے۔ اور مسجد و مدرسہ اس سلسلے میں بڑا اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ اور قرآن پاک کی حسب ذیل تعلیم کو لوگوں کے ذہن میں اچھی طرح راسخ کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے:

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ -وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ

كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ -وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ [15]

"اور بات کے اعتبار سے اس شخص سے اچھے قول کا کون ہو سکتا ہے جو لوگوں کو خدا کی طرف بلائے اور خود بھی نیک کام کرتا رہے اور یوں کہے کہ میں خدا کے فرمان برداروں میں سے ہوں۔اور اے پیغمبر! نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی۔آپ برائی کو ایسے برتاؤ سے دفع کیا کیجئے جو بہت اچھا ہو چنانچہ اس بہترین برتاؤ کا اثر یہ ہو گا کہ جس شخص میں اور آپ میں دشمنی تھی وہ یکایک ایسا ہو جائیگا کہ گویا کوئی ہمدردی کرنے والا دوست ہے۔اور یہ بات صبر کرنے والوں کے سوائے کسی اور کو میسر نہیں ہوتی اور نہ اس شخص کے سوا کسی اور کو میسر ہوتی ہے جو بڑے نصیب والا ہو۔اور اگر شیطانی وسوسہ کسی وقت آپ کو ابھارے تو آپ خدا تعالی سے پناہ طلب کر لیا کیجئے بلاشبہ وہی ہے سننے والا جاننے والا۔"

مسجد اور مدرسہ معاشرے میں اعتدال و میانہ روی پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔یہ واضح ہے کہ اسلامی تعلیمات میں ہر جگہ اعتدال کا عنصر نمایاں کیا گیا ہے۔چاہے یہ عبادت میں ہو یا معاملات میں، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا [16]

"اور ہم نے آپکو امت وسط بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول ﷺ آپ پر گواہ ہو۔"

علامہ شبلی نعمانی نے اپنی کتاب "الغزالی" میں امام غزالیؒ کے افکار کو اعتدال کی وضاحت کے حوالے سے بہت اچھے انداز میں بیان کیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ اعتدال کا تعلق انسان کے ظاہر اور باطن دونوں سے ہے۔آپ لکھتے ہیں:

"خلق اور خلق قریب المعنی الفاظ ہیں جو اکثر ساتھ ساتھ استعمال کیے جاتے ہیں کہ فلاں شخص کا خَلق اور خُلق دونوں اچھے ہیں۔یعنی اسکا ظاہر بھی اچھا ہے اور باطن بھی۔"

انسان حقیقت میں دو چیزوں کا نام ہے۔ جسم اور روح اور جس طرح جسم کی ایک خاص صورت اور شکل ہے روح کی بھی ہے پھر جس طرح جسم کی صورت اچھی اور بری ہوتی ہے روح کی بھی ہوتی ہے اور جس طرح ظاہری صورت کے لحاظ سے انسان خوبصورت یا بدصورت کہتے ہیں رو حانی صورت کے لحاظ سے اس کو خوش اخلاق یا بداخلاق کہا جاتا ہے خلق کی اقسام بہت ہیں لیکن اصلی ار

کان جس سے تمام شاخیں نکلتی ہیں علم، غضب، شہوت۔ انہی تینوں قوتوں کے اعتدال کا نام حسن خلق ہے۔ کسی شخص میں اگر یہ تینوں قوتیں معتدل ہوں تو وہ پورا خوش اخلاق ہوگا۔ اگر صرف ایک یا دو ہوں تو وہ ناتمام۔ جس طرح کسی کے تمام اعضاء خوبصورت ہوں تو کامل الحسن ہوگا ورنہ ناقص۔

- ✓ علم کی قوت کے اعتدال کا نام حکمت ہے اور یہ تمام اخلاق حسنہ کی بیخ و بن ہے۔
- ✓ غضب کی قوت اگر افراط و تفریط سے بالکل بری ہو یعنی اس طرح کہ عقل کے قابو میں ہو کہ وہ جس طرح بڑھائے بڑھے اور جہاں روکے رک جائے تو اس کو شجاعت کہتے ہیں۔ شجاعت مختلف مظہروں میں ظاہر ہوتی ہے اور ہر مظہر کا نام جدا ہے مثلاً خودداری، دلیری، حلم، استقلال، ثبات، وقار اور یہ قوت غضب جب اعتدال سے ہٹ کر افراط کی طرف مائل ہوتی ہے تو تہور بن جاتی ہے اور اس سے سلسلہ بہ سلسلہ غرور، نفرت، اخود پرستی، خود بینی وغیرہ، پیدا ہوتی ہے جب تفریط کی طرف جھکتی ہے تو ذلت پسندی، کم حوصلگی، بے طاقتی دنائت کے قالب ظہور کرتی ہے۔
- ✓ شہوت کی قوت میں جب کامل اعتدال ہوتا ہے تو اس کو عفت کہتے ہیں۔ یہی صفت مختلف سانچوں میں ڈھل کر مختلف ناموں سے پکاری جاتی ہے یعنی جود، حیاء، درگزر، قناعت، پرہیزگاری، خوش مزاجی، بے طمعی۔ اور یہ صفت جب افراط و تفریط کی طرف مائل ہوتی ہے تو اس سے حرص، طمع، بے شرمی، فضول خرچی، ریا، تملق، حسد اور شک وغیرہ اوصاف ذمیمہ پیدا ہوتے ہیں۔

عقل کی قوت معتدل رہتی ہے تو حسن تدبیر، جودت ذھن، اصابت رائے پیدا ہوتا ہے۔ جب اس میں افراط آتا ہے تو مکر، فریب، حیلہ سازی، عیاری وغیرہ پیدا ہوتے ہیں تفریط ہوتی ہے تو حماقت، سادہ پن نافہمی، ناعاقبت اندیشی کی صورت میں ظہور کرتی ہے[17]۔

مسجد اور مدرسہ کو اعتدال و میانہ روی کی تعلیم کے لئے بھی بہت اچھے طریقے سے استعمال کیا جاسکتا ہے اور آج معاشرے میں اس کی ضرورت پہلے سے بڑھ کرہے، حالانکہ اعتدال و میانہ روی کی تعلیم انسان کی فطرت کے عین مطابق ہے۔ قران پاک میں بہت سی نصوص اس پر شاہد ہیں کہ ہمیں

زندگی کے تمام امور میں اعتدال کا رستہ بتایا گیا ہے حتی کہ نماز میں ایک لحاظ سے اعتدال کا حکم ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلِ ادْعُوا اللَّهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمَٰنَ أَيًّا مَا تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا [18]

"آپ کہہ دیجئے کہ تم خدا کو اللہ کہہ کر پکارو یا رحمان کہہ کر پکارو جس نام سے بھی چاہو پکارو اچھے اچھے سب نام اسی کے لئے خاص ہیں اور آپ اپنی جہری نماز میں نہ بہت پکار کر پڑھئے اور نہ اس میں بالکل چپکے چپکے پڑھئے بلکہ جہر اور اخفاء کے درمیان ایک متوسط طریقہ اختیار کر لیجئے۔"

چال اور آواز کے اعتدال کے متعلق حضرت لقمانؑ کے نصائح میں سے ہے:

وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ [19]

"اور اپنی چال میں میانہروی اختیار کر اور اپنی آواز کو نیچا رکھ بلاشبہ آوازوں میں بدترین آواز گدھوں کی آواز ہے۔"

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَحْسُورًا إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا [20]

"اور بخل کی وجہ سے نہ تو اپنا ہاتھ اپنی گردن کے ساتھ باندھ کر رکھ لے اور نہ اس ہاتھ کو بالکل کھول دے ورنہ تو الزام خوردہ اور تہیدست ہو کر بیٹھ رہے گا بے شک تیرا رب جس کی روزی چاہتا ہے فراخ کر دیتا ہے اور جس کی روزی چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے بلاشبہ وہی اپنے بندوں کے حق میں خوب دانا اور بینا ہے۔"

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا [21]

"اور وہ جب خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ وہ خرچ کرنے میں تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا ان دونوں باتوں کے درمیان اعتدال کے ساتھ ہوتا ہے۔"

ایک حدیث میں آتا ہے کہ رات کے وقت رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو زیادہ ٹھہرتے دیکھا تو ان کو اس سے منع کر کے فرمایا:

اكْلَفُوا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيقُونَ [22]

رسول اللہ ﷺ نے میانہ روی کے بارے میں ایک اور موقع پر فرمایا:

مَا أَحْسَنَ الْقَصْدَ فِي الْغِنَى، وَأَحْسَنَ الْقَصْدَ فِي الْفَقْرِ، وَأَحْسَنَ الْقَصْدَ فِي الْعِبَادَةِ» وَهَذَا الْحَدِيثُ لَا نَعْلَمُهُ يُرْوَى بِهَذَا اللَّفْظِ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ حُذَيْفَةَ[23]

"دولت مندی میں میانہ روی کتنی اچھی ہے۔ محتاجی میں میانہ روی کتنی اچھی ہے۔ عبادت میں میانہ روی کتنی اچھی ہے۔"

اور یہ بھی فرمایا:

خَيْرُ الْأُمُورِ أَوْسَاطُهَا[24]

تعلیمات اسلامی کی روشنی میں اعتدال کا میدان بہت وسیع ہے۔ یہ انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی دونوں کا احاطہ کرتا ہے۔ انفرادی زندگی میں چاہے انسان کی سوچ ہو یا انسان کوئی بات کرتا ہے یا عملاً کوئی کام سرانجام دیتا ہے۔ دراصل اعتدال ہی انسان کی شخصیت میں توازن لاتا ہے۔ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ انسانیت کی چار بنیادی اخلاق ہیں جو شرائع الٰہیہ کا خلاصہ ہیں:

أ. طہارت: صفائی، بدن، لباس، ماحول اور باطن کی پاکیزگی۔

ب. عجز و نیاز: اللہ تعالی سے محبت کرنا اور اس کے حکموں پر خوشی سے چلنا۔

ت. سماحت: سیر چشمی اور فیاضی: یعنی دنیا سے فائدہ اٹھانا، لیکن ان کی محبت میں گم نہ ہو جانا۔

ث. عدل و اعتدال: ہر ایک کا حق ادا کرنا اور اعتدال پر رہنا۔ اس پر سیاست انسانیہ کا مدار ہے۔۔ نماز میں یہ چاروں باتیں موجود ہیں، عبادات اور دوسرے احکام شرعیہ آخر کار اخلاق انسان کی طرف لے آتے ہیں[25]۔

مساجد اور مدارس کے ساتھ حسب ذیل لوگوں کا گہرا ربط ہوتا ہے۔

ا: امام مسجد ۲: مقتدی

- **امام مسجد**

مسجد کے انتظام میں سب سے اہم شخصیت امام کی ہے جس کی ذات سے مسجد کی آبادی اور مسجد کی بہتری وابستہ ہے۔ ایک اچھے امام کی یہ صفات ہونی چاہئیے:

✓ امام تعلیمی اعتبار سے بلند مقام پر فائز ہو۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ وقت کے متداول علوم پر نظر بھی ضروری ہے۔

✓ صورت اور سیرت کے اعتبار سے بہتر ہو۔

✓ لوگوں پر اس کا اثر ہو۔یعنی اسے معاشرتی مقام حاصل ہو۔

معاشرے میں امام مسجد کا ایک اہم کردار ہے کیونکہ یہاں دن کے پانچ اوقات مقتدی آتے ہیں۔اور وہ ان کو ایک ذمہ دار اور اچھا انسان بنانے میں بہت بڑا کردار ادا کر سکتا ہے۔ اگر امام اسلامی تعلیمات میں مہارت رکھتا ہو اور عصر حاضر کے تقاضوں کو سمجھتا ہو تو اس صورت میں اس سے بہتر کوئی مصلح نہیں ہو سکتا[26]۔

- **مقتدی**

ہماری خوش قسمتی ہے کہ اکثر لوگ مساجد سے گہرا شغف رکھتے ھیں۔ان میں اکثریت پانچ وقت کے نمازی ہیں۔تاہم ضرورت اس امر کی ہے کہ مساجد میں جو تعلیمات دی جاتی ہیں ان پر وہ عمل پیرا بھی ہوں۔اس مقصد کے لئے اگر ہر مسجد میں زیرک اور دانا لوگوں کی ایک کمیٹی تشکیل دی جائے اور وہ محلہ سے متعلقہ مسائل کے بارے میں مصلحانہ کردار ادا کرے تو اس کے مفید اور دور رس نتائج مرتب ہونگے۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مساجد اور مدارس ہی وہ مراکز ہیں جہاں سے ایک دوسرے کے ساتھ بہتر انسانی تعلق و تعامل،ایک دوسرے کی قبولیت، ربانی اور پیغمبرانہ تعلیمات کے مطابق اعتدال، میانہ روی،اور اچھے معاشرتی تعلقات کی بنیادیں قائم کی جاسکتی ہیں۔

حواشی و حوالہ جات

1 سورہ آلعمران ۳: ۹۶

2 القشیری،مسلم بن الحجاج، المسند الصحیح، کتاب الحج،بَابُ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ ط دار إحياء التراث العربي – بيروت س–ن

3 صحیح مسلم، كِتَابُ الْمَسَاجِدِ وَمَوَاضِعِ الصَّلَاةَبَابُ نَهْيِ مَنْ أَكَلِ ثُومًا أَوْ بَصَلًا أَوْ كُرَّاثًا أَوْ نَحْوَهَا

4 السجستانی،ابو داؤد،سلیمان بن اشعث، السنن،کتاب الصلاۃ، بَابٌ فِيمَا يَقُولُهُ الرَّجُلُ عِنْدَ دُخُولِهِ الْمَسْجِدَ ط المكتبة العصرية، صيدا – بيروت سن

5 سورہ البقرۃ ۲: ۴۳

6 سورہ الجمعہ ۶۲: ۶

7 السنن لابی داؤد، کتاب الصَّلَاةِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَشْيِ إِلَى الصَّلَاةِ فِي الظَّلَامِ

8 ایضا كِتَاب الصَّلَاةِ بابُ، مَا جَاءَ فِيفَضْلِ الْمَشْيِ إِلَى الصَّلَاةِ

9 مولانا سعید احمد، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ: ۸۵، مکتبہ رشیدیہ، ملتان س۔ن

10 ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ ۱: ۵۴۷، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی بمصر، ۱۹۵۵ء

11 البزار، ابو بکر احمد، بن عمرو، المسند ۱۵: ۳۶۴، مکتبۃ العلوم والحکم۔المدینۃ المنورۃ، ۲۰۰۹ء

12 احمد بن حنبل، الامام، المسند ۲: ۱۸۳، مؤسسۃ الرسالۃ، ۲۰۰۱ء

13 ابن ماجة أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني، السنن، بابُ فَضْلِ الْعُلَمَاءِ وَالْحَثِّ عَلَى طَلَبِ الْعِلْمِ ط: دار إحياء الكتب العربية سن

14 الصلابی، علی محمد، سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ: ۲۹۵، ط الفرقان ٹرسٹ، مظفر گڑھ، س۔ن

15 سورہ فصلت ۴۱: ۳۶

16 سورہ البقرۃ ۲: ۱۴۳

17 شبلی نعمانی، الغزالی: ۱۰۲، علمی کتب خانہ لاہور، س ن

18 سورہ الاسراء ۱۵: ۱۱۰

19 سورہ لقمان ۳۱ : ۱۹

20 سورہ الاسراء ۱۵: ۳۰

21 سورہ الفرقان ۲۵: ۶۷

22 الحنظلی، أبو عبد الرحمن عبد الله بن المبارك،: الزهد والرقائق، بَابُ فَضْلِ ذِكْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ ط دار الكتب العلمية – بيروت سن

23 مسند البزار ۷: ۳۴۹

24 ابن أبي شيبة، عبد الله بن محمد بن إبراهيم بن عثمان، الكتاب المصنف في الأحاديث والآثار 7: 179 ط مكتبة الرشد – الرياض، 1409ھ

25 ملک غلام مرتضی، شاہ ولی اللہ کا فلسفہ: ۱۴۸، ملک سنز پبلشرز، لاہور، س۔ن

26 خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام: ۳۲۲، الفیصل ناشران، لاہور، ۲۰۰۵ء